ترجمہ اور تفسیر سورہ رحمن

مرتب: محمد ہاشم قاسمی بستوی، استاذ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرَّحْمَنُ (1) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (2) رحمن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ (3) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (4) اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (5) سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (6) اور تارے درخت سب سجدہ ریز ہیں۔

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (7) آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (8) اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو،

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (9) انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ (10) زمین کو اس نے سب مخلوقات کے لی ئے بنایا

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (11) اس میں ہر طرح کے بکثرت لذیذ پھل ہیں۔ کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں
۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (12) طرح طرح کے غلے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (13) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (14) انسان کو اس نے ٹھیکری جیسے سوکھے سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ (15) اور جن کو آگ کی لپیٹ سے پیدا کیا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (16) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن عجائب قدرت کو جھٹلاؤ گے ؟

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (17) دونوں مشرق اور دونوں مغرب، سب کا مالک پروردگار ہی ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (18) پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (19) دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ (20) پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (21) پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے ؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (22) ان سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (23) پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے ؟

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (24) اور یہ جہاز اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے اٹھے ہوئے ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (25) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے ؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (26) ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے۔

وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (27) اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (28) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے ؟

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (29) زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں سب اپنی حاجتیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔ ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (30) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن صفات حمیدہ کو جھٹلاؤ گے ؟

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ (31) اے زمین کے بوجھو، عنقریب ہم تم سے باز پرس کرنے کے لیے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (32) (پھر دیکھ لیں گے کہ) تم اپنے رب کے کن کن احسانات کو جھٹلاؤ تے ہو۔

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ (33)

اے گروہ جن وانس اگر تم زمین اور آسمان کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لئے بڑا زور چاہیے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (34) اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے ؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (35)

(بھاگنے کی کوشش کروگے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (36) اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کا انکار کروگے ؟

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (37) پھر (کیا بنے گی اس وقت) جب آسمان پھٹے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا؟

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (38) اے جن وانس (اس وقت) تم اپنے کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ (39) اس روز کسی انسان اور کسی جن سے اس کا گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (40) پھر (دیکھ لیا جائے گا کہ) تم دونوں گروہ رب کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ (41)

مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے اور انہیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (۴۲) اس وقت تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ (۴۳) (اس وقت کہا جائے گا) یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرمین جھوٹ قرار دیا کرتے تھے۔

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ (44) اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (۴۵) پھر اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (46) اور ہر اس شخص کے لیئے جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو، دو باغ ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (47) پھر اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے؟

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ (48) ہری بھری ڈالیوں سے بھرپور۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (49) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ (50) دونوں باغوں میں دو چشمے رواں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (51) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ (52) دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (53) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (54)

جنتی لوگ ایسے فرشتوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور باغوں کی ڈالیاں پھلوں سے جھکی پڑی ہوں گی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (55) اپنے رب کی کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (56)

ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا نہ ہوگا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (57) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ (58) ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (59) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (60) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (61) پھر اے جن وانس، اپنے رب کے کن کن اوصاف حمیدہ کا تم انکار کرو گے ؟

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ (62) اور ان باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہوں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (63) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

مُدْهَامَّتَانِ (64) گھنے سر سبز و شاداب باغ۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (65) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ (66) دونوں باغوں میں دو چشمے فواروں کی طرح ابلتے ہوئے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (67) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ (68) ان میں بکثرت پھل اور کھجوریں اور انار۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (69) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (70) ان نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت بیویاں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (71) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (72) خیموں میں ٹھیرائی ہوئی حوریں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (73) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (74) ان جنتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان یا جن نے ان کو نہ چھو ہو گا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (75) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟

مُتَّكِئِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (76) وہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (77) اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے ؟

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (78) بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام۔

تعارف سورۃ الرّحمٰن

یہ سورت وہ واحد سورت ہے جس میں بیک وقت انسانوں اور جنات دونوں کو صراحت کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے، دونوں کو اللہ تعالی کی وہ بیشمار نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں جو اس کائنات میں پھیلی پڑی ہیں، اور بار بار یہ فقرہ دہرایا گیا ہے کہ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ اپنے اسلوب اور فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی یہ ایک منفرد سورت ہے، جس کی تاثیر کو کسی اور زبان میں ترجمہ کر کے منتقل نہیں کیا جا سکتا، اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی، عام طور سے قرآن کریم کے نسخوں میں اس کو مدنی قرار دیا گیا ہے، لیکن علامہ قرطبیؒ نے کئی روایتوں کی بناء پر یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ یہ مکی سورت ہے، واللہ اعلم۔

سورۃ الرحمن کے متعلق احادیث

عروۃ ابن الزبیر (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جس نے مکہ میں سب سے پہلے بہ آواز بلند قرآن مجید پڑھا، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) ہیں، کیونکہ ایک دن صحابہ نے کہا کہ قریش نے آج تک کسی سے بہ آواز بلند قرآن مجید نہیں سنا، پس کون شخص ہے جو ان کو بلند آواز سے قرآن سنائے ؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں سناؤں گا۔ صحابہ نے کہا: ہمیں تمہارے متعلق خطرہ ہے، ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ان کو قرآن سنائے، جس کے پاس ان کے شر سے بچنے کے لیے مضبوط جتھا ہو، حضرت ابن مسعود نہیں مانے اور انھوں نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر پڑھا: (الرحمن: 1-2) پر انھوں نے اپنی آواز بلند بہت بلند کی، اس وقت قریش اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: ام عبد کے بیٹے ! کیا کہہ رہے ہیں ؟ یہ وہی کلام پڑھ رہے ہیں، جس کے متعلق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل کیا گیا ہے، پھر انھوں نے حضرت ابن مسعود (رض) کو مارا پیٹا، حتیٰ کہ ان کا چہرہ سوج گیا۔ (الکشف والبیان ج 9ص176 الا جامع الاحکام القرآن جز17ص138، المعجم الکبیر ج24ص76-87، م جمع الزوائد ج7ص11386)

حضرت جابر (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے شروع سے آخر تک سورۃ الرحمن پڑھی، صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی، تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی، انھوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا، جب بھی میں پڑھتا: (پس اے جنات اور انسانوں کے گروہ!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس تیرے لیے حمد ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث 3291، المستدرک ج 2 ص 474، دلائل النبیوۃ ج 2 ص 232)

حضرت علی (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن (سورۃ الرحمن) ہے۔ شعب الایمان ج 2 ص 490، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تفسیر سورہ رحمن

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲

(1) علامہ الماوردی المتوفی 450 ھ علامہ ابن جوزی المتوفی 597 ھ، امام رازی متوفی 606 ھ، علامہ قرطبیؒ متوفی 668 ھ، علامہ ابو الحیان اندلسی المتوفی 754 ھ اور علامہ آلوسی متوفی 1270 ھ نے لکھا ہے: اس سے مراد ہے: رحمٰن نے سید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قرآن کی تعلیم دی اور آپ نے اپنی تمام امت کو اس کی تبلیغ کی۔

(2) دوسرا محمل یہ ہے کہ رحمٰن نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے واسطے سے تمام مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دی۔

(النکت والعیون ج 5 ص 423، زاد المسیر ج 8 ص 106 تفسیر کبیر ج 10 ص 337، الجامع الاحکام القرآن جز 17 ص 140 البحر المحیط ج 10 ص 54، روح المعانی جز 27 ص 150)

نیز علامہ قرطبیؒ مالکی لکھتے ہیں: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا: رحمٰن کیا چیز ہے؟ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایک بشر تعلیم دیتا ہے اور وہ یمامہ کا رحمان ہے، اس سے ان کی مراد مسلیمہ کذاب تھی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں:۔

زجاج نے کہا: اس آیت کا معنی ہے، رحمٰن نے یاد کرنے کے لیے اور پڑھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے، جیسا کہ فرمایا ہے: (القمر: 17)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴

حضرت ابن عباس (رض)، قتادہ اور حسن نے بیان کیا: یعنی حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کے اسماء کی تعلیم دی، اور ایک قول ہے: ان کو تمام لغات سکھادیں، نیز حضرت ابن عباس اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ انسان سے مراد یہاں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور بیان سے مراد: حلال اور حرام کا بیان اور ہدایت کا گمراہی سے بیان، ضحاک نے کہا: اس سے مراد ہے: خیر اور شر کا بیان، ربیع بن انس نے کہا: نفع دینے والی اور نقصان دینے والی چیزوں کا بیان۔

(الکشف والبیان ج 9 ص 177، الجامع الاحکام القرآن جز 17 ص 141، فتح القدیر للشوکانی ج 5 ص 174 فتح البیان ج 6 ص 494-493)

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵

شمس و قمر کی بناوٹ ان کی حرکت اور ہم آہنگی کو دیکھ کر انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عظیم نظام ہے اور منظّم کی عظمت پر دال ہے اور اس نظام کے اندر گہرے حقائق پوشیدہ ہیں اور اس سے نکلنے والے نتائج دور رس ہیں۔

سورج اجرام فلکی میں سے کوئی بہت بڑا کرہ نہیں ہے۔ اس فضا نے کائنات کے اندر جس کے حدود کا تعین انسان نہیں کرسکا، کئی ملین ستارے ہیں جن میں سے بہت سے سورج سے بڑے ہیں اور زیادہ حرارت والے ہیں۔ زیادہ تیز روشنی والے ہیں۔ بعض تو بیس گناہ بڑے اور زیادہ گرم ہیں اور جن کی روشنی سورج کی روشنی سے پچاس گنا تیز ہے۔

شعری یمانی سورج سے بیس گناہ بھاری اور اس کی روشنی سورج کی روشنی سے پچاس گنا زیادہ ہے۔ سماک رائح سورج کے حجم سے اسی گنا بڑا حجم رکھتا ہے اور اس کی روشنی آٹھ ہزار گنا زیادہ تیز ہے۔ سہیل کا حجم سورج سے دو ہزار پانچ صد مرتبہ بڑا ہے۔ اسی طرح اور ستارے اور سیارے۔

لیکن ہمارے لیے سورج ہی زیادہ اہم ہے یعنی ہم زمین کے باشندوں کے لیے کیونکہ یہ زمین اور اس کی یہ حالت اور انسان کی زندگی سورج کی حرارت کی مرہون منت ہے اور اس میں سورج کی جاذبیت کو بھی بڑا دخل ہے۔ اس طرح چاند جو اس زمین کا ایک چھوٹا سا سیارچہ ہے لیکن اسے بھی اس زمین کی زندگی میں اہمیت حاصل ہے۔ سمندروں کے اندر مد و جزر اسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

سورج کا حجم، اس کا درجہ حرارت، ہم سے اس کا بعد، اس کا اپنے مدار میں چکر لگانا، اس طرح چاند کا حجم، اس کی ہم سے دوری اور اپنے مدار میں گردش یہ سب امور نہایت ہی باریک حساب اور پیمانوں سے بنائے ہوئے ہیں اور زمین کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بمقابلہ دوسرے ستاروں اور سیاروں کے۔ شمس و قمر کے بعض حسابات ہم یہاں درج کرتے ہیں کہ زمین کے حوالے سے ان کے ان حسابات میں ذرا بھی فرق آئے تو دور رس نتائج نکلیں۔

سورج زمین سے 5 لاکھ ۲۹ میل دور ہے۔ اگر یہ اس سے قریب تر ہوتا تو زمین جل جاتی اور تمام پانی بخارات میں بدل جاتا اور بخارات فضا میں بلند ہو جاتے اور اگر یہ ذرا اور دور ہوتا تو تمام چیزیں منجمد ہو جائیں۔ ہم تک سورج کی جو حرارت پہنچتی ہے، وہ اس کی حرارت کے دو ملین حصوں میں سے ایک حصہ پہنچتی ہے اور ہماری موجودہ زندگی کے لیے یہی معمولی حرارت کافی ہے۔ اگر شعری اپنی موجودہ ضخامت اور حرارت کے ساتھ سورج کی جگہ ہوتا تو پورا کرہ ارض جل کر راکھ ہو جاتا اور پانی بخارات بن کر فضا آسمانی میں بکھر جاتا۔

اسی طرح چاند کا حجم اور ہم سے بعد ایک حساب سے رکھا گیا ہے۔ اگر یہ اس سے ذرا بھی بڑا ہوتا تو سمندر کے اندر اس قدر طوفان آتے کہ زمین بار بار ڈوبتی رہتی۔ اسی طرح اگر یہ ہم سے قریب ہو جاتا یعنی جہاں ہے تو بھی زمین پر طوفان مچا دیتا لیکن جہاں اللہ نے اسے رکھ چھوڑا ہے اس سے بال برابر ادھر ادھر نہیں ہوتا۔

سورج اور چاند کی جاذبیت زمین کے لیے ایک مقدار کے ساتھ متعین ہے اور ان کی رفتار کو بھی ایک نہایت ہی مضبوط حساب سے رکھا گیا ہے اور ہمارا یہ پورا کہکشاں اور مجموعہ شمسی بحساب بیس ہزار میل فی گھنٹہ ایک ہی سمت میں چل رہا ہے اور اس راہ میں وہ کسی دوسرے ستارے سے نہیں ٹکرایا اور اس رفتار کے کئی ملین سال ہو گئے ہیں اور فضائے کائنات ختم نہیں ہوئی۔

اس وسیع فضائے آسمانی کے اندر کوئی ستارہ اپنے مدار سے ایک بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا اور ان کے درمیان جو توازن اور ہم آہنگی رکھی گئی ہے، اپنے حجم کے لحاظ سے یا حرکت کے لحاظ سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶

حضرت ابن عباس نے فرمایا: نجم ان نباتات کو کہتے ہیں جن کا تنا نہ ہو، جیسے انگور، خربوزے اور تربوز کی بیلیں۔

"نجم ینجم "کا معنی ظاہر ہونا اور طلوع ہونا ہے اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایوں کا سجدہ کرنا ہے۔ فرّاء نے کہا: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو درختوں اور بیلوں کا منہ سورج کی طرف ہوتا ہے، پھر ان کے سائے ان کے ساتھ ساتھ گھومتے رہتے ہیں۔

حسن اور مجاہد نے کہا: اس آیت میں نجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور ستاروں کے سجدوں سے مراد ان کا غروب ہونا ہے،

امام قشیری نے کہا: سجود سے مراد خضوع اور عاجزی کا اظہار ہے اور یہ حادث ہونے کی علامت ہے۔

النحاس نے کہا: سجود کا اصل معنی اطاعت ہے اور فرماں برداری ہے اور اس کے حکم کے سامنے سر اطاعت خم کرنا ہے اور تمام جمادات اور نباتات اس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں، اسی طرح حیوانات بھی غیر اختیاری طور پر اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷

یہاں میزان سے مراد کائناتی نظام کے اندر پایا جانے والا مربوط اور خوبصورت توازن (cosmic balance) ہے جس کی وجہ سے یہ کائنات قائم ہے۔ یہ توازن تمام اجرام سماویہ کے اندر موجود کشش ثقل (gravitational force) کی وجہ سے قائم ہے۔ تمام اجرام فلکی اس کشش کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔ قدرت کی طرف سے ہر کُرے کا دوسرے کرے سے فاصلہ ' اس کی کشش کی طاقت کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ اگر کہیں یہ فاصلہ ایک طرف

سے معمولی سا کم ہو جائے اور دوسری طرف سے معمولی سا بڑھ جائے تو یہ سارا نظام تلپٹ ہو جائے اور تمام کرے آپس میں ٹکرا جائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام چیزوں میں ایک توازن قائم کر رکھا ہے۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی 150ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں "الانسان" سے مراد حضرت آدم ہیں 'صلصال" کا معنی ہے، وہ ریت جس کے ساتھ مٹی ملی ہوئی ہو،

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "صلصال" کا معنی ہے: عمدہ قسم کی گیلی مٹی جب اس کا پانی سوکھ جائے اور وہ پھٹنے لگے اور جب اس کو ہلایا جائے تو وہ بجنے لگے " الفخار" کا معنی ہے: ٹھیکرا پکائے جانے سے پہلے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حضرت آدم روح پھونکے جانے سے پہلے کھوکھلے ٹھیکرے کی طرح تھے۔

اس کے بعد "الجان" کی تخلیق کا ذکر فرمایا: "الجان" سے مراد ابلیس ہے اور وہ جنات کا باپ ہے جیسے آدم انسانوں کے باپ ہیں ایک قول یہ ہے کہ " السجان ""جن" کا واحد ہے اور "مارج" کا معنی ہے: شعلہ، یعنی بالکل صاف آگ جس میں دھویں کی آمیزش نہ ہو اور اس کا نام "جان' اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جن کو "جن" کہا جاتا ہے، پس "جن' جمع ہے اور "جان' واحد ہے" اور اس کا پیدا کرنا بھی نعمتوں میں سے ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج3 ص304، دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ)

رَبُّ الۡمَشۡرِقَیۡنِ وَ رَبُّ الۡمَغۡرِبَیۡنِ ﴿ۚ۱۷﴾

یہاں پر **رَبُّ الۡمَشۡرِقَیۡنِ اور رَبُّ الۡمَغۡرِبَیۡنِ** تثنیہ کے اس صیغہ کی مناسبت سے آیا ہے جو پوری سورت میں بار بار آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں **{ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ }** (المزمل: ۹) اور **{ رَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ }** (المعارج: ۴۰) کی تراکیب بھی آئی ہیں۔ بہر حال واحد 'تثنیہ اور جمع کے یہ تینوں صیغے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ واحد کے صیغے میں مشرق اور مغرب تو معروف عام ہیں۔ دو مشرقوں اور دو مغربوں کے تصور کو یوں سمجھیں کہ ایک وقت میں سورج جہاں سے طلوع ہو رہا ہے گلوب کی دوسری طرف وہیں پر وہ غروب ہوتا بھی نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح جس نقطے پر سورج غروب ہوتا نظر آتا ہے دوسری طرف اسی جگہ سے طلوع ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے۔ گویا سورج طلوع ہونے کا ہر نقطہ مقام غروب بھی ہے اور اسی طرح ہر مقام غروب گویا مقام طلوع بھی ہے۔ اس لحاظ سے گویا مشرق بھی دو ہیں اور مغرب بھی دو۔ پھر کسی ایک مقام سے بظاہر نظر آنے والے مشرق و مغرب کے درمیان زمین پر ہر ہر نقطہ گلوب میں کسی کے لیے مقام طلوع ہے اور کسی کے لیے مقام غروب۔ اس طرح گویا بہت سے مشرق ہیں اور بہت سے مغرب۔

مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ ﴿ۙ۱۹﴾ بَیۡنَہُمَا بَرۡزَخٌ لَّا یَبۡغِیٰنِ ﴿ۚ۲۰﴾

ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب نے ان آیات کی تشریح بے حد خوبصورت الفاظ میں کی ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔ آیات میں دو اہم نکات کو بیان کی گیا ہے۔

1 دو سمندروں کا strait کے ذریعے آپس میں ملنا بہر حال یہ ایک معمول کی حالت ہے۔

2۔ یہ حقیقت کہ دو سمندر ان کے درمیان ایک خاص قسم کی رکاوٹ کی وجہ سے مکمل طور پر آپس میں نہیں مل سکتے۔

آیئے اس سلسلے میں سب سے پہلے سائنسی نکات کا مطالعہ کریں۔ فرانسیسی سائنسدان جیکوی کو سٹو نے جو سمندر کے اندر پانی کی تحقیقات کے لیے مشہور ہے، یہ دریافت کیا کہ بحرہ روم اور بحرہ اوقیانوس کیمیاوی اور حیاتیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ موصوف نے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے " آبنائے جبرالٹر " کے نزدیک زیر سمندر تحقیقات کر کے یہ بتایا کہ جبل الطارق کے جنوبی ساحلوں (مراکش) اور شمالی ساحلوں (اسپین) پر بالکل غیر متوقع طور پر میٹھے تازہ پانی کے چشمے ابلتے ہیں۔ یہ سمندری پانیوں میں ہوتے ہیں یہ بہت بڑے چشمے ایک دوسرے کی طرف 45 ڈگری کے زاویہ پر تیزی سے بڑھتے ہوئے ایک ڈیم کی طرح کنگھی کے دندانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس عمل کی وجہ سے بحیرہ روم اور بحرہ اوقیانوس اندر سے ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ در حقیقت، اس تحقیق کے بعد جب کو سٹو Corsteau کو یہ آیات دکھائی گئیں تو بے حد حیران ہوا اور قرآن کی عظمت کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔ اس حیران کن آیت کریمہ میں جبل الطارق (جبرالٹر) کی باڑ کو بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

" لولو " اور " مرجان " کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ "لولو " چھوٹے موتی ہیں اور " مرجان " بڑے موتی ہیں اور اس کے برعکس بھی روایت ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "مرجان " سرخ سیپی کو کہتے ہیں۔

(روح المعانی جز 27، ص 164)

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾

اس آیت میں "ثقلان " کا لفظ ہے اس سے مراد جن وانس ہیں، ان کو "ثقلین " اس لیے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر یہی سب سے عظیم مخلوق ہیں کیونکہ تمام مخلوقات میں صرف یہی مکلّف ہیں یعنی صرف یہی تکلیف کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ ثقل، خفت کا مقابل ہے، بوجھ، وزنی چیز (المفردات ج 1 ص 103) امام جعفر صادق نے کہا: ان کو "ثقلین " اس لیے فرمایا کہ یہ گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں (الکشف والبیان ج 9 ص 186) امام مقاتل بن سلیمان متوفی 150 ھ نے کہا: یعنی ہم عنقریب انسانوں اور جنات کا حساب لینے کا قصد کریں گے اور اس سے شیاطین کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ انھوں نے انسانوں اور جنات کو گمراہ کیا ہے عرب دھمکی دینے کے لیے کہتے ہیں۔ میں عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج 3 ص 306) دار الکتب العلمیۃ بیروت 1424ھ)

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾

ضحاک نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کو حکم دے گا تو وہ اپنی چیزوں سمیٹ پھٹ جائے گا اور فرشتے اس کے کنارے پر کھڑے ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ زمین پر آئیں گے، پھر وہ زمین والوں کا احاطہ کریں گے پھر پھر اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کے ساتھ والے آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا تو وہ صف بہ صف کھڑے ہو جائیں گے، اسی طرح تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا پھر سب سے اونچے آسمان کا فرشتہ اتر کر جہنم کی طرف آئے گا اور اس کی پر جوش اور چنگھاڑ کو سنے گا، پھر ہر آسمان کے کنارے پر فرشتوں کی صفوں کو دیکھے گا اور یہ اس آیت کا مصداق ہے کہ اے نات اور انسانوں کے گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کنارے سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم جہاں بھی جاؤ گے، اسی کی سلطنت ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن جز 27 ص 155)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی 597ھ نے لکھا ہے: اس آیت کے تین محمل ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا:

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کا علم حاصل کر سکتے ہو تو کر لو۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ، تم جہاں بھی جاؤ گے تو موت تم کو پالے گی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج 3 ص 306)

امام ابن جریر نے کہا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل کر اپنے رب کو عاجز کر سکتے کہ وہ تم پر قدرت نہ پائے تو نکل جاؤ تم جہاں بھی جاؤ گے، اسی کا ملک، اسی کی سلطنت اور اسی کی قدرت میں ہو گے۔ (جامع البیان، جز 27، ص 177) (زادالمسیر جز 8، ص 166، مکتب اسلامی بیروت 1407ھ)

يُرۡسَلُ عَلَيۡكُمَا شُوَاظٌ مِّنۡ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنۡتَصِرٰنِ ۚ﴿۳۵﴾

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا: "شواظ" کا معنی ہے ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو اور "نحاس" اس دھوئیں کو کہتے ہیں: جس میں آگ نہ ہو اور "نِحاس" (زیر کے ساتھ) "نحس" کی جمع ہے اور "نحاس" اس پگھلے ہوئے پیتل کو کہتے ہیں جو ان کے سروں پر ڈالا جائے گا اور "فلا تنصران" کا معنی ہے: جن اور ان ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے۔

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ﴿۴۶﴾

ضحاک نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کے متعلق نازل ہوئی ہے، ایک دن انھوں نے سخت پیاس میں دودھ پیا، جو ان کو بہت اچھا لگا، انھوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دودھ حلال نہیں تھا، تو پھر انھوں نے اس دودھ کی قے کر دی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو دیکھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم فرمائے، تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (النکت والعیون ج 5 ص 437، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الجامع الاحکام القرآن جز 27 ص 161 دارالفکر، بیروت)

حضرت ابوالدرداء (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منبر پر فرمایا: (الرحمٰن: 46) میں نے کہا: یارسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو؟ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ولمن خاف مقام ربہ جنتان" (جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں) میں نے کہا: یارسول اللہ خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ چوری کی؟ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تیسری بار فرمایا: ولمن خاف مقام ربہ جنتان" میں نے کہا: یارسول اللہ خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں: ابوالدرداء کی ناک کو خاک آلودہ کرتے ہوئے (اس حدیث کی سند صحیح ہے، شعیب الارؤط، حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث 8683) مسند احمد ج 2 ص 375، طبع قدیم، مسند احمد ج 14 ص 311-312، رقم الحدیث 8683، موسستہ الرسالۃ بیروت 1417ھ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث 11560، شرح السنۃ رقم الحدیث 4189 النستہ لابن ابی عاصم رقم الحدیث 975 مشکل الاآثار رقم الحدیث 4000 مجمع الزوائد ج 7 ص 117 جامع البیان رقم الحدیث 25613، الکشف والبیان ج 9 ص 189، الدرالمعنورج 7 ص 623، روح المعانی جز 27 ص 178، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث 18742، تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 304)

دو جنتوں کے مصداق میں احادیث اور آثار

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سونے کا ہے ان کے اور ان کے رب کے دکھنے کے درمیان جنت عدن میں صرف اس کے چہرے پر کبریا کی چادر حائل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 4878، صحیح مسلم رقم الحدیث 180 سنن ترمذی رقم الحدیث 2528، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 186 سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث 7765، سنن دارمی رقم الحدیث 2525)

امام مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی 150ھ لکھتے ہیں۔

ان دو جنتوں سے مراد جنت عدن اور جنت نعیم ہے اور یہ صدیقین، شہداء، مقربین، سابقین کے لیے ہیں اور اس شخص کے لیے ہیں جس نے گناہ کا ارادہ کیا پھر اس نے اللہ عزوجل کے سامنے پیش ہونے کو یاد کیا پھر اللہ سے ڈرا اور گناہ کو ترک کردیا۔ سو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو جنتیں کیا ہیں؟ صحابہ کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں کہ دو دو جنتیں کیا ہیں، آپ نے فرمایا، وہ جنت کے وسط میں دو باغ ہیں، ہر باغ نور کے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے، ان میں سے ہر باغ نعمت سے معمور ہے اس کے درخت اگے ہوئے ہیں، اس کے پتے سرسبز ہیں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج 3 ص 308، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی 450ھ لکھتے ہیں۔ ان دو جنتوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔

1 مجاہد نے کہا: ایک جنت انسانی کی ہے اور ایک جنت جنات کی ہے۔

2 مقاتل نے کہا: ایک جنت عدن ہے اور ایک جنت نعیم ہے۔

3 عیاض بن تمیم نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، وہ جنت کے باغات میں سے دو باغ ہیں۔

4ایک جنت میں اس کا گھر ہے اور دوسری جنت میں اس کی ازدواج اور اس کے خدام کا گھر ہے۔
5ایک جنت اس کا مسکن ہے اور دوسری جنت اس کا باغ ہے۔ (الکنت والعیون ج 5 ص 438 دارالکتب العلمیہ، بیروت)
ان دو جنتوں کے مصداق میں صحیح وہ قول ہے جس کو ہم نے "صحیح بخاری" اور صحیح مسلم "کے حوالے سے ارشاد رسالت بیان کیا ہے۔
زیر تفسیر آیت کے شان نزول میں ایک ضعیف روایت
علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں
امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ نے عطاء سے روایت کی کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق (رض) نے قیامت، میزان، جنت، دوزخ، صفوف ملائکہ، آسمانوں کے لپیٹے جانے، روئی کے گالوں کی طرح پہاڑوں کے اڑنے، سورج کے لپیٹے جانے اور ستاروں کے بے نور ہونے کے متعلق غور و فکر کیا تو کہا: کاش: میں سرسبز چارہ ہوتا اور کوئی جانور مجھے کھالیتا اور میں پیدا نہ کیا جاتا تو یہ آیت نازل ہوگئی:
(روح المعانی جز 27 ص 179، دارالفکر بیروت 1417ھ الدرالمعثور ج 7 ص 622)
مطبوعہ "تفسیر امام ابن ابی حاتم "میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے، البتہ امام ابوالشیخ الاصبہانی التوفی 396ھ نے اس کو روایت کیا ہے۔
کتاب العظمتہ ص 35 رقم الحدیث 54، دارالکتب العلمیہ بیروت 1414ھ لیکن اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے، اس کا ایک راوی ہے: کنانہ بن جبلہ، ابن معین نے کہا: وہ کاذب ہے: السعدی نے کہا: شدید ضعیف ہے، (میزان الاعتدال ج 3 ص 415) دراصل علامہ آلوسی نے ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ کے حوالے "الدرالمثور "سے اٹھائے اور اپنی عادت کے مطابق حافظ سیوطی کا نام لیے بغیر ان کو نقل کردیا اور اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی اور ہمارے زمانے کے علماء ان کو خاتم المحققین کے لقب سے ذکر کرتے ہیں۔

ذَوَاتَآ اَفۡنَانٍ ﴿۴۸﴾

حضرت ابن عباس (رض) اور دیگر مفسرین نے کہا: اس کا معنی ہے رنگ برنگ پھلوں والی دو جنتیں۔
مجاہد نے کہا: "افنان "کا معنی ہے: شاخیں 'یہ "فنن "کی جمع ہے۔ عکرمہ نے کہا: "افنان "کا معنی ہے، شاخوں کا دیواروں پر سایہ

فِيۡهِمَا عَيۡنٰنِ تَجۡرِيٰنِ ﴿۵۰﴾

حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا: ان دونوں جنتوں میں سے ہر ایک میں چشمے بہہ رہے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان میں صاف شفاف پانی بہہ رہا ہے، ان میں ایک چشمہ تسنیم ہے اور دوسرا چشمہ سلسبیل ہے، اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ چشمے دنیا کے چشمے سے دوگنے چوگنے بڑے ہیں، اس کی کنکریاں سرخ یاقوت اور سبز زمرد ہیں، اس کی مٹی کافور ہے، اس کی کیچڑ مشک ہے اور اس کے دو کنارے زعفران ہیں۔ عطیہ نے کہا: ان میں سے ایک پانی کا چشمہ ہے اور دوسرا شراب طہور کا ہے، وہ پینے والوں کی لذت کے لیے ہے۔ ابو بکر ورّاق نے کہا: جنت کے یہ دو چشمے ان لوگوں کے لیے بہہ رہے ہیں جن کی آنکھوں سے دنیا میں خوف خدا سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ (الکشف والبیان ج 9 ص 190 الجامع الاحکام القرآن جز 27 ص 162)

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾

{ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لا } "ان میں ایسی عورتیں ہوں گی جن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔"

عورت کی جھکی ہوئی نگاہیں شرم و حیا کی علامت ہیں اور شرم و حیا نسوانیت کا خاص زیور بھی ہے اور اس کے اخلاق کا سب سے بڑا محافظ بھی۔ جنتی عورتوں کی جھکی ہوئی نظروں کا ذکر گویا ان کے حسن ظاہری و باطنی کا بیان ہے۔

{ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ } "ان کو چھوا نہیں ہو گا ان سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے۔"

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جن بھی عورتوں کے ساتھ انسانوں کی طرح جماع کرتا ہے اور جن بھی جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی جنیات بھی ہوں گی ضمرہ نے کہا: مومنین کے لیے ان میں سے بڑی آنکھوں والی حوریں ہوگی، پس انسیات انسانوں کے لیے ہوں گی اور جنیات جنات کے لیے ہوں گی۔

علامہ قشیری شافعی نے کہا ہے کہ مومن جنات کی جو حوریں ہوں گی ان کو اس سے پہلے کسی جن نے نہیں چھوا ہو گا۔ اور مومن انسانوں کی جو حوریں ہوں گی ان کو اس سے پہلے کسی انسان نے نہیں چھوا ہو گا کیونکہ دنیا میں بھی جن آدم کی بیٹیوں سے جماع نہیں کرتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ جائز ہے کہ جنات بنات آدم سے جماع کریں اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد "بسم اللہ" پڑھے بغیر جماع کرے تو اس کے آلہ کے ساتھ جن چمٹ جاتا ہے اور وہ بھی انسان کے ساتھ جماع کرتا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بڑی آنکھوں والی حور کے ساتھ اس سے پہلے کسی انسان نے جماع کیا ہو گا نہ جن نے، اس سے تمہیں یہ معلوم ہو گا کہ آدم زاد عورتوں کے ساتھ کبھی جن بھی جماع کرتے ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں اس عیب سے بری ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تنزیہہ کی ہے اور طمث کا معنی جماع کرنا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن جز 17 ص 164-165، دار الفکر بیروت 1415ھ)

علامہ عبدالرحمٰن علی بن محمد الجوزی الحنبلی التوفی 597ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا: ان کو اس سے پہلے کسی نے نہیں چھوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو جنت میں پیدا کیا گیا ہے اور اس بناء پر یہ حور کی صفت ہے اور شعبی نے کہا: متقین کی یہ بیویاں دنیا کی وہ عورتیں ہوں گی جن کے پیدا ہونے کے بعد ان کو کسی انسان نے چھوا نہ کسی جن نے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جن عورت کے ساتھ انسان کی طرح جماع کرتا ہے:

(زاد المسیر ج 8 ص 134، مکتب اسلامی بیروت 1407ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں جن کے ذکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جن تو جماع نہیں کرتے؟ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ جن جماع کرتے ہیں، اسی وجہ سے ان کی اولاد اور ذریات ہیں بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ وہ انسان عورتوں سے جماع کرتے ہیں یا نہیں اور مشہور یہ ہے کہ وہ انسان عورتوں سے جماع کرتے ہیں ورنہ جنات میں حسب اور نسب نہ ہوتا۔ اور اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج 10 ص 376، دار احیاء التراث العربی بیروت 1415ھ)

جنات کے جنت میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہا

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

انسان عورتوں کو اس سے پہلے کسی انسان نے نہیں چھوا اور مونث جن کو اس سے پہلے کسی مذکر جن نہیں نے چھوا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جن بھی جنت میں جماع کریں گے۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

"طمث" کا معنی جماع کرنا ہے اور مس کرنے سے بھی یہی مراد ہے اور اصل میں "طمث" خون نکلنے کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے حیض کو بھی "طمث" کہا جاتا ہے اور کنواری عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کو بھی "طمث" کہتے ہیں، کیونکہ ان کے ساتھ جماع کرنے سے بھی خون نکلتا ہے اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جنت کی حوروں کے ساتھ جب بھی جماع کیا جائے گا وہ کنواری ہوں گی اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جنات بھی جنت میں داخل ہوں گے اور وہ جماع بھی کریں گے کیونکہ وہ جنت میں نعمتوں کے ساتھ باقی رہیں گے جیسا کہ کافر جن دوزخ میں عذاب کے ساتھ باقی رہیں گے اور یہی صحیح قول ہے اور اس میں اس قول کا رد ہے کہ مومنین جنات کو ثواب نہیں ملے گا، ان کی جزا صرف یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے اور ان کو حساب کے بعد مٹی بنا دیا جائے جیسا کہ حیوانات کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ (عنایۃ القاضی ج 9 ص 59، دار الکتب العلمیہ بیروت 1417ھ)

علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی متوفی 880ھ "بیضاوی" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے جو یہ کہا ہے کہ جن بھی جنت میں جماع کریں گے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر جن جنت میں جماع نہ کریں تو پھر جنات پر کوئی احسان نہیں ہوگا حالانکہ اس آیت کے بعد فرمایا ہے: (الرحمٰن 57) کہ انسانوں اور جنات دونوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی حوریں عطا فرمائے گا جو صرف اپنے شوہر کو دیکھنے والی ہوں گی ان کو (الرحمٰن 56) اور (الرحمٰن 72) سے تعبیر فرمایا ہے۔ (حاشیۃ ابن التمجید علی البیضاوی ج 18 ص 378، دار الکتب العلمیہ بیروت 1422ھ)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی القونوی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ (رح) کا مذہب یہ ہے کہ مومنین جن کو کوئی ثواب نہیں ملے گا ان کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے اپنی قوم سے کہا:

اے ہماری قوم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔ (الاحقاف: 31)

اور جنات کے متعلق اس آیت میں یہ نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دائمی اجر و ثواب دے گا، اس لیے ہمارے امام نے جنات کے جنت میں داخل ہونے کے قول کو اختیار نہیں فرمایا:

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج 18 ص 378، دار الکتب العلمیہ بیروت 1422ھ)

وَمِنۡ دُوۡنِہِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾

مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی 150ھ لکھتے ہیں

وہ دو جنتیں جو مقربین، صدیقین اور شہداء کے لیے ہیں : یعنی جنت عدن اور جنت نعیم، ان کے علاوہ اور دو فضیلت والی جنتیں ہیں، یعنی جنت الفردوس اور جنت الماوی (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج3 ص310 دار الکتب العلمیہ بیروت 1424ھ)

حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ﴿ۚ۷۲﴾

"مقصورات " اور خیموں کے معانی

الرحمٰن : 72-73 میں فرمایا : بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں۔ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

یعنی جنت کی حوروں کو ان کی عزت اور کرامت کی وجہ سے خیموں میں باپردہ رکھا گیا ہے۔

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی 450ھ لکھتے ہیں۔ اس آیت میں "مقصورات " کا لفظ ہے اور اس کے حسب ذیل معانی ہیں۔

1 مجاہد نے کہا : وہ اپنی نظریں صرف اپنے شوہروں پر مرکوز اور ان ہی پر منحصر رکھیں گی اور اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور مرد کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔

2 حضرت ابن عباس (رض) نے فرمایا : وہ اپنے گھروں میں محصور رہیں گی، راستوں میں نہیں گھومیں گی۔

3 زید بن الحارث اور ابو عبیدہ نے کہا : وہ پردہ دار اور محفوظ ہوں گی، شوقین مزاج نہیں ہوں گی۔

4 حسن بصری نے کہا : وہ قصور یعنی محلات میں رہنے والی ہوں گی۔

اور خیموں کے متعلق تین قول ہیں :

1 ابن بحر نے کہا : خیموں سے مراد گھر ہیں

2 سعید بن جبیر نے کہا : جنت سے باہر ان کے خیمے لگائے جائیں گے جیسے خانہ بدوشوں کے خیمے ہوتے ہیں

3 حضرت ابن مسعود (رض) نے کہا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ان کے خیمے کھوکھلے موتی ہیں : (تفسیر امام ابن ابی رقم الحدیث 18762) (النکت والعیون ج5 ص 442-443، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن مسعود (رض) نے فرمایا : ہر مسلمان کو ایک نیک سیرت حور ملے گی اور ہر نیک سیرت حور کے لیے ایک خیمہ ہوگا، اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہوں گے جن سے ہر روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیے اور تحفے آئیں گے اور جو اس سے پہلے آئے تھے اور وہ نیک سیرت والی بیویاں نہ اترانے والی ہوں گی نہ شوہر کی نافرمانی کرنے والی ہوں گی اور نہ ان کے منہ اور ان کے جسم سے بدبو آئے گی وہ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث 18763 ج10 ص 3328 مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ 1417ھ)

مُتَّكِـِٕيۡنَ عَلٰى رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّعَبۡقَرِىٍّ حِسَانٍ‌ۚ‏ ﴿۷۶﴾

"رفرف "اور "عبقری "کے معانی

الرحمٰن: 76-77 میں فرمایا: (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اس آیت میں "رفرف "کا لفظ ہے علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی 606ھ لکھتے ہیں:

"رفرف "کا معنی بستر یا پردہ ہے، معراج کی شب جو آپ نے "رفرف "دیکھا وہ سبز رنگ کا قالین تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ ریشم وغیرہ کے خوبصورت اور باریک کپڑے کو "رفرف "کہا جاتا ہے۔ (النہایۃ ج2 ص 221، الفائق ج2 ص 50)

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں۔

"رفرف "بکھرے ہوئے پتوں کو کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے: علی رفرف خضر "اس سے مراد خاص قسم کا سبز کپڑا (قالین) ہے جس کو سبز رنگ کی وجہ سے قالین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، ایک قول یہ ہے کہ خیمہ کی ایک جانب جو کپڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے اس کو "رفرف "کہتے ہیں۔ (المفردات ج1 ص 263، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ 1418ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں

حضرت علی اور حضرت ابن عباس (رض) نے کہا ہے کہ بستر کے اوپر سونے کے لیے جو کپڑا اچھایا جاتا ہے اس کو محابس کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا: سبز کپڑوں کو "رفرف "کہتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: اس سے مراد بچھونا ہے: جبائی نے کہا: اس کے معنی بلند بستر ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد جنت کے باغات ہیں، لمبے چوڑے کپڑے کو بھی "رفرف "کہتے ہیں۔ (روح المعانی جز 27 ص 190 دار الفکر بیروت 1417ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عمدہ قسم کے کپڑے کو "رفرف "کہتے ہیں خواہ وہ قالین ہو یا چاندنی ہو یا غالیچہ ہو۔

اس آیت میں "رفرف خضر "کے بعد "عبقری حسان "کے الفاظ ہیں علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنات کی جگہ ہے، ہر وہ چیز جو غیر معمولی ہو انسان ہو یا حیوان ہو یا کپڑا ہو اس کو غیر معمولی ہونے کی وجہ سے عبقر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس وجہ سے حضرت عمر (رض) کے متعلق آپ نے فرمایا: میں نے عمر کی طرح "عبقری "کوئی نہیں دیکھا، جس نے ان کی طرح حیرت انگیز کام کیا ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 3682 صحیح مسلم رقم الحدیث 2393)

"عبقری حسان "کا معنی ہے، جنت کے بچھونے غیر معمولی خوبصورت تھے۔ (المفردات ج2 ص 416، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ 1418ھ)

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی 606 لکھتے ہیں۔

"عبقری کی اصل یہ ہے کہ عربوں کا گھمان تھا کہ عبقر ایک بستی ہے، جس میں جن رہتے تھے پس جب عرب کوئی غیر معمولی چیز دیکھتے یا کوئی ایسا کام دیکھتے جس کا کرنا بہت مشکل اور دشوار ہو یا بہت دقیق ہو تو وہ کہتے تھے کہ یہ کسی "عبقری "کا کام ہے، پھر وہ قوم کے سردار کو "عبقری "کہنے لگے۔ (النہایہ ج 3 ص 158-157، دار الکتب العلمیہ بیروت 1418ھ)

علامہ محمد بن ابو بکر رازی متوفی 660 لکھتے ہیں:

عبقر، عنبر کے وزن پر ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کے متعلق عربوں کا گمان تھا کہ یہ جنات کی سرزمین ہے پھر وہ عبقر کی طرف ہر اس چیز کو منسوب کرتے تھے جو بہت قوت والا بہت مہارت والا اور بہت حیرت انگیز کام کرے اور اوہ اس شخص کو عبقری کہتے تھے۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں

ہر وہ چیز جو سب سے کامل ہو اس کو "عبقری "کہتے ہیں اور سردار کو اور ہر اس چیز کو جس سے اوپر اور برتر کوئی چیز نہ ہو اور بہت طاقتور کو اور بچھونے کو ایک قسم کو (القاموس المحیط ص 435، موسستہ الرسالۃ بیروت 1424ھ)